R. No 2186/57 — Regd. No. A. 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Telephone No. 39

Telegrams "ANJUMAN"

جلد ۲۰ - شمارہ ۲۵ | ایڈیٹر - آل احمد سرور | علی گڑھ - یکم جولائی ۱۹۶۱ء

نصیر الدین ہاشمی

ایک قدیم شاعر فتاحی

نواب سالار جنگ کے کتب خانے میں فتاحی تخلص شاعر کی چار قلمی کتابیں محفوظ ہیں۔ ان چاروں کو ایک شخص کی تصنیف قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ ان کو دو علیحدہ شخصیتوں پر تقسیم کرنا درست ہو سکتا ہے۔ چار مخطوطات کے منجملہ "مفید الیقین" کے دو نسخے ہیں۔ ایک کتاب شعب ایمان سے موسوم ہے اور ایک قصہ زقوم بادشاہ ہے۔

"فتاحی" کے متعلق تمام قدیم تذکرے اور تاریخ ادب کی کتابیں ساکت ہیں اس لئے دیگر ذرائع سے فتاحی کے متعلق کوئی روشنی نہیں ڈالی جا سکتی البتہ ان ہی کتابوں سے فتاحی کے متعلق جو باتیں معلوم ہوتی ہیں ان کی صراحت کی جاتی ہے۔

(۱) مفید الیقین۔ اس کتاب کی تصنیف ۱۰۹۵ھ میں ہوئی ہے اور شاعر کا تخلص فتاحی ہے اور کتاب کا نام مفید الیقین ہے جسب ذیل اشعار سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

سو ہجرت بعد از برس یک ہزار — نود پانچ تھا یا کا بھی شمار
اوسی میں مرتب ہوا یو تمام — کہ صلوات بھیجو نبی پر مدام
یو فتاحی تیرا کمینہ غلام — ترے سو مجھ دل باندھیا ہے مدام

کیا خوش بیاں معجزا یو تمام — فتاحی محمد نبی کا غلام
مفید الیقین نام دھرا اس کا توں جان — سو تو فرقہوں کو ہے بہوت اس کا جان
یو فتاحی جان و دل سو مدام — ہزارا محمد پہ ہونا سلام

یو فتاحی کرد معجزا یو تمام — قیامت کے سردار پر کر سلام

یو فتاحی میں بہوت گنہگار ہوں — جو امت میں تیری بہوت خوار ہوں
یو فتاحی خادم سو حسین ... ہے — تیرے بن دیکھے دل سو ویران ہے
یو فتاحی کمترین کمینہ ہے خوار — قدم پر ہیں اور تجھ کوں ہے بہوت پیار
سو اب ہیں رہیا اس میں کچھ آب تاب — کر رحمت کا جھکوں دیا توں خطاب
سو اور فتحی خوار حیران ہے — تجے نہیں دیکھیا سو پریشان ہے

---

(۲) شعب ایمان سے واضح ہوتا ہے اسکی تصنیف ۱۱۲۰ھ میں ہوئی ہے مصنف کا نام محمد فتحی اور تخلص فتاحی تھا۔ ملاحظہ ہوں اشعار ذیل :۔

محمد فتحی ناؤں اپنا دھریا ہوں — سو فتاحی تخلص اب کیا ہوں
سو شعب الایمان فتحی اس کا کیا نام — تو کر اب آخرت کے سب انجام
ہزار یک سو پرس بیس اب برس ہیں — سنے ہیں سال ہجرت کے سچ ہیں
سوا سو بیت اس کے میں کہیا ہوں — او لکہ سا ماں جواہر کے لیا ہوں

ان کتابوں کے اشعار سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ محمد فتحی نام اور فتاحی تخلص تھا۔ ایک کتاب ۱۰۹۵ھ اور دوسری کتاب ۱۱۲۰ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔

(۳) قصہ زقوم بادشاہ مخطوطہ سے جو باتیں واضح ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ شاعر کا نام داؤد شاہ تھا اور فتاحی کے ساتھ خاکی بھی اپنا تخلص قرار دیا تھا۔ ۱۰۹۲ھ میں اس کی منظوم داستان کی تصنیف ہوئی ہے۔ اشعار ذیل ملاحظہ ہوں :۔

مرا ناؤں داؤد شاہ ہے گرچہ یک
تخلص ہے خاکی کا غزلاں میں دیکھ

اگرچہ اس مثنوی کے ابتدائی بحر سے آخری بحر علیحدہ ہے جس میں فتاحی تخلص اور تاریخ تصنیف اور کتاب کا نام خلاصہ لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو :۔

شفا خدا جیا کو سارے بھاسوں — سدا دیوے اپنا لقا سوں
ہزار او پر نو دو دو اکل تھے سال — شمار اشار ہے ہجرت کا حال
دعا سوں یاد فتاحی کوں کرنا — بندے کوں فاتحہ سوں نا بسرنا
کیا اتمام فتاحی خلاصہ — ہوئے عشق میں فتاحی خلاصہ

دکن میں ایک شاعر "خاکی" کا بھی پتہ چلتا ہے جس کو دلی کا ہمعصر قرار دیتے ہیں اور خزانۃ الاصفیا سے واضح ہوتا ہے کہ داؤد شاہ خاکی تخلص پنجاب کے صوفی بزرگ اور شاعر بھی تھے مگر یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ قصہ زنوم شاہ انکی تصنیف ہے یا کیا؟ اس لئے آخر الذکر مثنوی قصہ زنوم شاہ کو متروک کر کے یہاں سر دست صرف اول الذکر دو کتابوں کا تعارف محمد تقی نام اور فتاحی تخلص شاعر کے ساتھ کراتے ہیں جیسا کہ تذکرہ کیا گیا ہے مفید الیقین کے دو نسخے سالار جنگ کے کتب خانے میں ہیں۔ ایک نسخہ نامکمل ہے اور دوسرا مکمل ہے اس کتاب میں آنحضرت کے مختصر حالات اور معجزات وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس مثنوی کا آغاز :-

کروں وضو سوں ورفشانی تجے — دھروں عجز سوں پیچھے ستائی تجے
معلق فلکن کو کیا ہے سو تون — سرج چاند تارے دھریا ہے سو توں

مثنوی میں حمد و نعت سیدنا عبدالقادر جیلانی کی مدح کے بعد نفس مضمون شروع ہوا ہے۔ نور محمدی آپ کی ولادت اور پھر سیرت مبارک کے بعض پہلو کا بیان ہے۔ زیادہ تر معجزات کا عنوان دیا گیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

بی بی خدیجہ کی شادی کا حال اور سراپا مقدس

گئے ہیں محمد اپن گھر کوں جب — لگے بیاہ کا ساماں کرنے سو تب
مرتب ہوا بیاہ کا ساماں سب — کئے ہیں خدیجہ کوں معلوم تب
خدیجہ بھی ساماں سب بھیجے — بوطالب کے تیں یو خبریت دئے
بل آئے قریشاں بوطالب سب — بلائے ہیں بعض جتے تھے عرب
قبیلے قریشاں کے سب آملے — عجب نور معنی کے در سب کھلے
نبی نے عمامہ بندے سروری — پہنے تن پہ جامہ سے پیغمبری
بلند ذرا کھتے لیلۃ القدر سوں — جھلکتا اچھتے ہوبیے بدر سوں
سیہ زلفیں والیل یغشیٰ کی جوں — منور جبیں والضحیٰ کے سو تیوں
سوخوش موں اٹھانور پر نور جیوں — ہزاراں سوں شرمندہ ہیں سو رجیوں

ہی تفصیل میں دعوت میں فرشتوں کا شریک ہونا اور دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے :-

دھرلا وات فارغ ہوئے ہیں جہاں — تجے مختصر لوگ آئے تداں
نبی کا اسی وقت باندے نکاح — ہوئے جب خدیجہ نبی کو مباح
خدیجہ نے خلعت سر بھیجے جہاں — بگل خلق کوں تب دئے خلعتاں
منے مجلس کوں بھیجہ سو بخشش تب — ہوئے مجلسی بہوت خوش حال سب
ملا مشک عنبر گلاتی کدم — یو خوشبوئے سوں خلق ہو سب تدم
لگائے ہیں مجلس کوں خوشبو جب — نہایت ہوا دوق عالم کوں تب
جتے مجلس ہور ہے شاد دل — کدا ایک طرف سوں ہوئے سب نہال
چلے جلوے خانے کے خوش بات لے — خدیجہ کے گھر کوں شرف بہوت دے

ابو جہل اور آنحضرت صلعم

محمد نبی یوں فتح بازی کئے — او ملعون کوں یوں ہزیمت دئے
گیا مقاتلہ ملعون آپس گھر کتیں — محمد آپس گھر کوں تب آئے ہیں
ہزیمت دئے ہیں جو دشمن کو جب — محمد کے یاراں تھے خوش حال تب
خجل ہو ابو جہل گھر میں رہیا — بلا اپنے یاراں کوں یوں کر کہیا
محمد سو بیتال زور آور ہیں — سو خاصہ محمد میں کچھ زور تیں
کرجس بات آئے ہمیشہ ہیں — پڑیا ہے پتھروان سو دیکھنے تہیں
صبا خاص ہر عام مجلس کریں — او پتھر کوں درمیاں لیجا کر دھریا
بلا بھیج صبا محمد کوں تو — محمد بلائے میں آوے گا جو
قریشاں کوں یک دھرتے حاضر کریں — بو طالب کتیں کہا کر نظر کریں
محمد کا بڑا قبیلہ جتا — ہو حاضر دونوں طرف آتا دتا
ملے دو قبیلے دونو طرف جب — بھلا کہ محمد کوں لیجا تیں تب
ہنر دو میں ہیں ہوں فاضل بہوت — بھوانہ ہور کشتی میں کامل بہوت
محمد میں اتنا کہاں زور ہے — لگے ہیں مرے زور کا شور ہے
اٹھاؤں پو پتھر کوں یکبار میں — اٹھالیوں پتھر او ریک بات میں
تماشا یو سب خلق دیکھیں گے جب — عجب ہو کر شاباش بولیں گے سب
محمد کوں بولیں اٹھا توں سو اب — محمد اٹھا تیں سکے گا سو تب
محمد کیچھ شو ہو کر تب جائے گا — خلق میں خجل ہو کر غم کھائے گا

---

(۲) شعب ایمان کے سوا سو شعر ہیں۔ اس میں عقائد اور فقہ کے سو مسئلوں کو بیان کیا گیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو :-

لکھوں حمد و ثنا اس پاک رب کوں — جنے پیدا کیا خلقت عدم سوں
شرف دیا خلق میں سب بشر کوں — شفیع کو مصطفیٰ روز حشر کوں
درود اں حق تے ہوان پر دم بدم — شفاعت امتاکوں ہے گا جم جم

کہے جیوں سبھی فتاحی کوں سب — کیا تیوں شعب ایماں رفعتی اب

ہو افضل شاخ کلمہ کوں تو جان — فرشتا ہیں ایمان دوجا پہچان

بھی پانچواں شعب سو روز حشر سوں — بی ایمان خوش دل اے بشر توں
چھٹا یو شعب تو ایمان لائے — قبر سوں اٹھنا سب پر سچ پچھانے
اٹھا و ہبوں نہ بھاگنے توں زکعار — زنا فی میں ہو ثابت قدم توں
جو بازی شروع میں ہیں رد ہے — جو جائز شروع میں ہیں سب رد ہے
ہو گیا لیس رہنا دور اس سب سوں — کرے کسو لعب بازی نے آپس کوں
بالیس داں کرے ہرگز نہ اسراف — نہ منسک ہوئے ہرگز تو اے اشراف

جو اولاد ہور اہل کا حق ہے کہیں — رعایت ہور حق سوں تنے ہر ایس
اسے تو اب ساتواں اے شعب جان — محبت اہل دیں یکسشت پچھان

قصہ زنوم شاہ کے مصنف داؤد شاہ المتخلص بہ خاکی اور فتاحی کے متعلق آئندہ پھر کبھی صراحت کی جا سکتی ہے۔

اداریہ

درسی کتابوں کا مسئلہ

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اُردو میں ابتدائی تعلیم اور ثانوی تعلیم کا انتظام ہوتا بھی ہے تو اچھی درسی کتابیں نہ ہونے کی وجہ سے یہ انتظام ناقص رہ جاتا ہے۔ جہاں جہاں ریاستی حکومتوں نے کتابیں مہیا کی ہیں اور ان کا معیار بھی ایک حد تک قابلِ اطمینان ہے، وہاں کتابیں وقت پر نہیں ملتیں اور نہ مطلوبہ تعداد میں ملتی ہیں۔ ایسی جگہوں پر فی الحال صرف یہی کرنا چاہیے کہ ریاستی حکومتوں کے متعلقہ شعبوں کو بہت پہلے سے آگاہ کیا جائے اور خاصی تعداد میں کتابیں چھپوانے کی ضرورت پر زور دیا جائے۔

لیکن جن ریاستوں میں حکومت کتابیں مہیا نہیں کرتی بلکہ ناشروں کی تیار کی ہوئی کتابوں کی منظوری کو کافی سمجھتی ہے اور تعلیمی ادارے ناشروں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں، وہاں صورتِ حال زیادہ تشویشناک ہے۔ ناشروں کا عام طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں سے قلیل معاوضے پر انتخاب تیار کراتے ہیں۔ انھیں اُلٹا سیدھا چھپوا لیتے ہیں اور پھر کسی نہ کسی طرح انھیں منظور کرا لیتے ہیں۔ جن لوگوں سے کتابیں تیار کرائی جاتی ہیں انکو بہت قلیل معاوضہ دیتے ہیں۔ کبھی کبھار تیار شدہ مسودوں کو کسی مشہور آدمی کی خدمت میں پیش کر کے ایک رقم کے بدلے میں اس کا نام استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ ادبی حیثیت رکھتے ہوئے، ابتدائی یا ثانوی تعلیم کی منزل پر طلبہ کی نفسیات، ان کی ادبی صلاحیت، زبان اور ادب کی تدریس کے مسائل اور اساتذہ کی ضروریات کا پورا پورا علم نہیں رکھتے، اس لئے اُن کے نام کی وجہ سے جو کتاب منظور ہوتی ہے وہ لازمی طور پر طلبہ کے لئے مفید نہیں ہوتی۔ گویا کتابوں کی تیاری کا کام تجارتی اغراض کے تحت ہوتا ہے، تعلیمی اور ادبی ضروریات کے تحت نہیں ہوتا۔

اس لئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ پہلے اُردو میں ابتدائی اور ثانوی مدارج کے لئے اُردو سکھانے اور اُردو کے ذریعے سے دوسرے مضامین سکھانے کی جو علیٰحدہ علیٰحدہ ضروریات ہیں اُن پر وہ لوگ جو اس منزل پر تعلیم کا تجربہ رکھتے ہیں، غور کریں۔ اُن کے سامنے طلبہ کے اعداد و شمار ہوں، موجودہ درسی کتابیں ہوں، اُن کے ساتھ کچھ ماہرینِ لسانیات بھی بیٹھیں اور کچھ ایسے ماہرین بھی جو تعلیمی نقطۂ نظر سے نصاب کی کتابوں کے تیار کرنے کا تجربہ رکھتے ہوں۔ ان لوگوں کی رپورٹ میں مبہم سفارشات کے بجائے صاف اور واضح ضروریات کا بیان ہو اور ان سفارشات پر حکومتیں عمل کریں۔ دوسرے اس بات کی ضرورت ہے کہ ناشروں کی تیار کی ہوئی کتابوں کا سلسلہ رفتہ رفتہ ختم کیا جائے اور عام طور پر حکومتیں درسی کتابیں تیار کرائیں۔ حکومتیں اس کام کے لئے ماہرین کی کمیٹیاں بنائیں۔ ان کمیٹیوں میں انجمن کے نمائندوں کو بھی شریک کریں اور اپنے علاقے کے ماہرینِ تعلیم کو بھی، اور ان کمیٹیوں کی تیار کردہ کتابوں کو ہی تعلیمی اداروں میں رائج کریں۔ ناشروں کی تیار کردہ کتابوں کو رفتہ رفتہ ہٹا لیں۔

تیسرے اس بات کی ضرورت ہے کہ درسی کتابوں پر ریسرچ کا ایک شعبہ ہر شعبۂ تعلیم کے ساتھ ہو اور یہ شعبہ صرف سرکاری یا علاقائی زبان میں کتابیں تیار نہ کرے بلکہ ریاست کی اقلیت کی زبان میں بھی۔ اکثریت کی زبان کی ضروریات تو بہر حال پوری ہو جائیں گی ریاستوں کو اقلیتوں کی زبان کی مفید اور مناسب کتابوں کی تیاری پر خاص طور سے توجہ کرنا چاہیے۔

چوتھے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ جہاں تک اُردو درسی کتابوں کا تعلق ہے انجمن کی ہر ریاستی شاخ، درسی کتابوں کے کام میں حکومت کو مشورہ اور مدد دینے کے لئے، ایک علیٰحدہ کمیٹی قائم کرے جو صرف ان لوگوں پر مشتمل ہو جو اس کام کا تجربہ رکھتے ہیں۔ یہ کمیٹی طلبہ کی تعداد، اداروں کی تعداد، طلبہ کی ضروریات، اساتذہ کے معیار، سب کے متعلق ریاستی حکومتوں کو توجہ دلاتی رہے۔

درسی کتابوں کے مسئلے کو اب انفرادی کوششوں یا تجارتی اداروں پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اسے اب قومی ضرورت کے تحت لا کر حکومت کے ذریعے سے حل کرنا چاہیے۔ ان کتابوں کے مواد کا ہی نہیں، ان کی طباعت کا بھی سوال ہے۔ کتابت بہت باریک نہ ہو، تصویروں کی خاصی تعداد ہو، کاغذ اچھا استعمال کیا جائے، اسباق میں تدریجی ارتقا ہو۔ طلبہ کو ہر منزل پر کتنے الفاظ اور اظہار کے کتنے معیار دینے ہیں ان کا پورا پورا علم ہو۔ علاقائی یا مقامی خصوصیات کے التزام کے ساتھ قومی وحدت اور سالمیت میں مدد ملے۔ کتابیں خلوص اور خدمت کی طرف لے جائیں، رواداری اور تہذیب کی علمبرداری کریں، قومی کردار بنائیں، شہریت کے اصول ذہن نشین کریں اور زبان و ادب کی صحیح بنیاد ڈالیں۔

انجمن نے درسی کتابوں کے مسئلے پر ایک کمیٹی بنائی ہے جو عنقریب تمام مسائل پر غور کر کے اپنی رپورٹ دے گی اور یہ رپورٹ ہماری زبان میں شائع ہوگی۔ اس سلسلے میں ہماری زبان کے پڑھنے والے اگر مختصر طور پر خطوط یا مضامین کے ذریعے سے اظہارِ خیال کریں تو کمیٹی کو یقیناً مدد ملے گی۔

اِدھر اُدھر سے

راشٹرپتی کو خود نوشت سوانح حیات کا اُردو ایڈیشن

ساہتیہ اکیڈمی کے سکریٹری شری کے۔ آر۔ کرپلانی نے راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرشاد کے خود نوشت سوانح حیات کا اُردو ایڈیشن پیش کیا۔ اس ایڈیشن کا عنوان ہے "اپنی کہانی" اور یہ ساہتیہ اکیڈمی کی

طرف سے "شمع بک ڈپو" نئی دہلی نے شائع کیا ہے اس کا ترجمہ اُردو کے مشہور شاعر و ادیب گوپی ناتھ امن نے اصل ہندی سے کیا ہے۔

راشٹرپتی نے شری کرپلانی کے علاوہ شری گوپی ناتھ امن، شری حافظ محمد یوسف دہلوی اور شری یونس دہلوی ناشرین کے نمائندوں نیز ساہتیہ اکیڈیمی کے شری کیشم چند سین سے ملاقات کی۔

اس سے قبل راشٹرپتی کے خود نوشت سوانح پنجابی، مراٹھی اور کنڑ میں شائع ہو چکی ہے۔

کتابوں کی بین اقوامی سالانہ نمائش

فرینک فرٹ میں ۱۷ سے ۲۳ اکتوبر تک دنیا بھر کی کتابوں کی سالانہ بین اقوامی نمائش منعقد ہوگی۔ توقع کی جاتی ہے کہ اس میں دنیا کے لگ بھگ دو ہزار ممتاز پبلشرز حصہ لیں گے۔ یہ نمائش ہندستان کے لئے ایک خصوصی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس میں ڈاکٹر ایس رادھا کرشنن جرمن بک ٹریڈ کا امن سے متعلق انعام حاصل کریں گے۔

نمائش میں مرکزی سرکار کی طرف سے پبلیکیشنز ڈویژن کے ڈائرکٹر کتابوں سے متعلق ہندوستانی صنعت کی نمائندگی کریں گے اس سلسلے میں بھارت کے تمام پبلشروں کو اپنی منتخب کتابیں پبلیکیشنز ڈویژن کے پاس بھیجنے کے لئے دعوت دی جا رہی ہے۔ نمائش میں رکھنے کے قابل کتابوں کا آخری انتخاب تین ممبروں کی ایک کمیٹی کریگی جس میں اطلاعات اور نشریات تعلیم اور سائنسی تحقیق و ثقافتی امور کی وزارتوں کے نمائندے شامل ہوں گے۔

ٹیگور تھیٹر کی تعمیر

حکومت مہاراشٹر گرو دیو رابندر ناتھ ٹیگور کی یادگار کو دوام بخشنے کے لئے ایک تھیٹر تعمیر کرے گی۔

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر مسٹر وائی بی چاوان نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ اس منصوبہ میں حکومت نے دس لاکھ روپے کا فنڈ تھیٹر کے لئے الگ کر دیا ہے اور تیرہ لاکھ پچیس ہزار روپیہ کلچرل اداروں کی امداد کے لئے جداگانہ ہے۔

ریاست کا ادب اور کلچرل بورڈ جس کا مقصد مراٹھی زبان کو ترقی دینا ہے اس کے لئے مزید ۲۶ لاکھ روپے کی منظوری ہوگی۔

ٹیگور کی تصنیف "بسنری" کا نسخہ

ہندستان کی ایک ممتاز شاعرہ شریمتی میتری دیوی نے روس کے لوگوں کو ٹیگور کی ایک تصنیف "بسری" کا قلمی نسخہ پیش کیا ہے۔ اس میں ٹیگور کی بنائی ہوئی تصاویر بھی ہیں۔ ماسکو میں پیش کش کے اس موقع پر جو لوگ جمع تھے انھیں خطاب کرتے ہوئے میتری دیوی نے کہا کہ ہندوستان کے لوگوں کی طرف سے سوویت یونین کے لوگوں کو یہ تحفہ پیش کرتے ہوئے مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ میں یورپ کے آدھے ملکوں میں جا چکی ہوں لیکن میں نے کہیں اتنے بڑے پیمانے پر ٹیگور کی تصانیف کا ترجمہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور نہ دوسری جگہ اتنے بڑے پیمانے پر ان کی تحریروں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اودیوں کی یونین کے بیرونی کمیشن کے صدر یوگنی نزوشنکو نے سوویت ادیبوں کی طرف سے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ شریمتی دیوی کے اس تحفہ کا ہم دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اُردو ٹائپ کے حروف لگانے کی خود کار مشین

روسی خبر رساں ایجنسی تاس نے اطلاع دی ہے کہ لینن گراڈ کے طباعت کا سامان تیار کرنے کے کارخانے میں اُردو، ہندی، بنگالی، مرہٹی، فارسی، عربی، پشتو اور بعض دوسری زبانوں کے ٹائپ کی خودکار مشین تیار کی گئی ہے۔

ایجنسی نے بتایا ہے کہ یہ مشین ۱ گھنٹے میں ۴۵ ہزار ٹائپ حروف لگا سکتی ہے۔ اس سے قبل کتابوں کی طباعت میں ٹائپ کے حروف ہاتھ سے لگائے جاتے تھے۔

یہ مشین یورپی زبانوں کے لئے بھی استعمال کی جا سکتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ عبارت ٹائپ کرتے وقت حروف ایک کاغذ پہ کٹتے جاتے ہیں جن سے بعد میں سیسے کی پلیٹ تیار کی جاتی ہے۔

اُردو شاعر میلارام وفا کے لئے حکومت پنجاب کا وظیفہ

حکومت پنجاب نے اُردو کے مشہور شاعر میلا رام وفا کے لئے ماہانہ ایک سو روپے الاؤنس دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جناب وفا کے اعزاز میں منعقدہ ایک خیر مقدمی تقریب کو مخاطب کرتے ہوئے نائب وزیر تعلیم جناب لیش نے کہا کہ وفا نے ملک کی جو خدمات کی ہیں اس کے پیش نظر حکومت پنجاب نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ مرکزی وزیر آبپاشی و برقی حافظ محمد ابراہیم نے جو اس تقریب کی صدارت کر رہے تھے وفا کی شاعری اور جد و جہد آزادی میں ان کے حصے پر روشنی ڈالی اس اجتماع میں انھیں ۲۱۰۰ روپے کی ایک تھیلی بھی پیش کی گئی۔

اُردو شاعر کے علاج کے لئے میونسپلٹی کا اقدام

بھوپال میونسپل بورڈ نے مشہور شاعر باسط بھوپالی کے لئے جو کہ کینسر کا شکار ہو گئے ہیں ایک ہزار کی رقم منظور کی ہے۔ یہ ان کی علالت اور دوسرے ضروری مصارف کے لئے ہے۔ ان کی دواؤں اور دیگر طبی مصارف خود میونسپل بورڈ برداشت کرے گا۔ شہر کے ادبی و سماجی حلقے میونسپلٹی کے اس اقدام سے بہت خوش ہیں۔

"آگ کا دریا" پردہ سیمیں پر

قرۃ العین حیدر کا مشہور ناول "آگ کا دریا" پردہ سیمیں پر پیش کیا جائے گا۔ "آگ کا دریا" آٹھ سو صفحات کا ضخیم ناول ہے جس کی کہانی ڈھائی ہزار برسوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کو فلمانے کا فیصلہ مشہور ادیب و فلم ساز خواجہ احمد عباس نے کیا ہے۔ انھوں نے اس ناول کو فلمانے کے حقوق حاصل کر لئے ہیں۔

غزل

حامد الٰہ آبادی

جو نہیں جانتے خود اپنی حقیقت ہم لوگ
اس بھری بزم میں ہیں پھر بھی غنیمت ہم لوگ

لے کے سر آنکھوں پہ دنیا تری تہمت ہم لوگ
کرتے پھرتے ہیں نمایاں رنگِ طبیعت ہم لوگ

اور کچھ پاتے اگر زیست کی مہلت ہم لوگ
جان سکتے غمِ ہستی کی حقیقت ہم لوگ

ہیں وہ خوش فہم کہ انجامِ وفا دیکھ کے بھی
زلفِ شب رنگ سے رکھتے ہیں عقیدت ہم لوگ

کل نہ جب ہوں گے ترے ناز اٹھانے والے
یاد آئیں گے بہت اے شبِ ظلمت ہم لوگ

ہے بھٹکنا ہی اگر شرط تو کیا دشت کی قید
شہر در شہر ہیں با دیدۂ حیرت ہم لوگ

سانس لیتے ہیں تو زخموں سے لہو رستا ہے
اپنے جینے کی ادا کرتے ہیں قیمت ہم لوگ

دیکھیے کون سے رُخ عدل کا میزان جھکے
عرصۂ حشر تک آئے ہیں بہ دقت ہم لوگ

حسبِ توفیقِ نظر کسبِ ضیا کرتے ہیں
دیکھتے ہیں جو کہیں چاند سی صورت ہم لوگ

الجھنیں اتنی کہ کس کس کو گنائیں حامد
کیوں نہ ہوں؟ ٹھیرے ہیں آزاد طبیعت ہم لوگ

غزل

صبا اکبر آبادی

وہ کہہ رہے تھے مرے آنسوؤں کا افسانہ
جو پی نہ لوں تو چھلک ہی گیا تھا پیمانہ

نہ میرے حال میں شامل نہ میرے حال سے دور
ترے خیال کو اپنا کہوں کہ بیگانہ

کہیں ہے ہوش کا لالچ کہیں خرد کا فریب
طرح طرح سے پرکھتے ہیں ذوقِ رندانہ

پتہ غریب کا شاید ملے گا صحرا میں
چمن کے سبزہ و گل ہیں صبا سے بیگانہ

غزل

خاور سیالکوٹی

مشکل سے لب تک آئی تھی رنج و تعب کی بات
ایک اپنے غم کے ساتھ نکل آئی سب کی بات

ایسا نہیں کہ راہ میں دشواریاں نہیں
یہ تیز گامیاں ہیں مذاقِ طلب کی بات

ہم گھوم پھر کے آئے ہیں شہرِ ملال سے
پوچھے نہ کوئی ہم سے دیارِ طرب کی بات

اس طولِ پند و وعظ کا کچھ ماحصل نہیں
گو مختصر ہو، کیجیے کوئی تو ڈھب کی بات

ہم پھول بھی گرائیں لبوں سے تو کچھ نہیں
ہے شہد، تلخ بھی ہو اگر اُن کے لب کی بات

غزل

شفا گوالیاری

میں ہی مسکرا رہا تھا سرِ کہکشاں سے آگے
کوئی کارواں نہ پہنچا مرے کارواں سے آگے

تجھے کچھ تو ہم نے سمجھا تری عظمتیں سلامت
کئی آستاں ہیں یوں تو ترے آستاں سے آگے

رہی سرخرو محبت، ہوئی فتح زندگی کی
کوئی غم بڑھا نہ میرے دلِ ناتواں سے آگے

نہ مٹیں گے یہ گلِ تر، یہ نقوش خونِ دل کے
قدمِ بہار ہو گا قدمِ خزاں سے آگے

جو نوازتے ہیں مجھ کو تو نوازیں آپ لیکن
ستمِ نہاں سے ہٹ کر، کرمِ عیاں سے آگے

یہ ہزار تنگ بینی یہ خبر تو ہو گی واعظ
کہ مری زمیں ہے رقصاں ترے آسماں سے آگے

اُسے کیا خبر فضا کی، اُسے کیا پتہ ہوا کا
نہ گئی ہو جس کی نظر حدِ آشیاں سے آگے

ہمیں دیکھنا ہے بڑھ کر ابھی مہر و مہ کی جبیں
نہ ہو کیوں نگہ ہماری نگہِ جہاں سے آگے

غزل

فیضی سنبھلپوری

نہ چھین ساغرِ صبر و قرار اے ساقی!
ہیں تشنہ لب ترے بادہ گسار اے ساقی!

پلٹ دے گردشِ لیل و نہار اے ساقی!
ہو گرم دورِ مئے پُر خمار اے ساقی!

گھٹا ہے، ٹھنڈی ہوا اور بہار اے ساقی!
پلا دے جامِ مئے خوشگوار اے ساقی!

کھنک یہ جام و سبو کی بھی کیا قیامت ہے
کہ چونک پڑتا ہے، ہر بادہ خوار اے ساقی!

ہے غلبہ جوشِ جنوں کا مری طبیعت پہ
نہیں ہے ہوش پہ کچھ اختیار اے ساقی!

بڑھا دے بہرِ خدا! جامِ مے سوئے رنداں
کسے ہے تابِ شبِ انتظار اے ساقی!

ہوا سنکنے لگی اور گھٹا اُمڈ آئی
سحر طراز ہے ٹھنڈی پھوار اے ساقی!

کھلا رہی ہے نسیمِ بہار گل کیا کیا!
ہے اور رنگِ چمن اب کی بار اے ساقی!

ہوا یہ کیسی چلی، بیخودی سی چھائی ہے
عجب ہی شان سے آئی بہار اے ساقی!

سرورِ مے ہے بہت خوب پر مجھے ڈر ہے
اُتر نہ جائے یہ کیف و خمار اے ساقی!

شریکِ محفلِ بادہ کشی جو ہیں فیضی
ہیں یہ بھی صیدِ غمِ روزگار اے ساقی!

مراسلات

بعض الفاظ کا صحیح تلفظ

"ہماری زبان" کے کسی حالیہ شمارے میں سرور صاحب نے اپنے اداریہ میں "موپاساں" کو "ناپاساں" سے بدل کر لکھا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سرور صاحب "موپاساں" کو "مَوپاساں" پڑھتے ہیں۔ سرور صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ فرانسیسی میں (A U) کی آواز "اُو" ہوتی ہے۔ اس ضمن میں دو باتیں اور عرض کرتی ہیں۔

۱۔ اُردو تحریروں میں یہ جو "داس کیپٹیل" دیکھنے میں آتا ہے، تو یہ کس زبان کا لفظ ہے؟ اگر انگریزی کا ہے تو پھر "داس" کیوں "ڈاس کیپٹل" نہیں؟ اور اگر جرمنی لفظ ہے تو پھر "کیپٹیل" کیوں؟ جرمنی میں تو نہ "اَے" کی آواز ہے اور نہ "ٹ" کی آواز۔

۲۔ آج کل اخباروں میں EICHMANN کا بہت چرچا ہے۔ اس لفظ کا صحیح تلفظ دیکھنے کے لئے تو آنکھیں ترس گئیں۔ کوئی "آئش مین" لکھ رہا ہے کوئی "آئچ مین"۔ صحیح تلفظ ملاحظہ ہو:۔

آ ئ خ + م ن

کسی دوسری زبان کا لفظ اُردو میں لکھتے وقت اس زبان کا تلفظ اپنانا چاہیئے۔ آخر انگریزی کی پیروی کب تک؟

(اقبال کرشن)

ایک التماس

پروفیسر سید محمد عبدالغفور شہباز "زندگانی بے نظیر" میں صفحہ ۲۴۳ پر نظیر اکبر آبادی کے متعلق شمس العلماء مولوی سید علی بلگرامی کی رائے تحریر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"... پھر بعض فرنچ تصنیفات کا حوالہ دیا اور کہا میں آپ کے لئے نظیر کے حالات ڈھونڈ کر ان میں سے نکالوں گا۔ ڈھونڈا تو سہی مگر بد قسمتی سے وہ جلدیں کتب خانے سے غائب تھیں جن میں نظیر کے حالات مندرج تھے۔"

قارئین ہماری زبان سے التماس ہے کہ وہ ایسی فرنچ کتب کے نام تحریر فرمائیں جن میں نظیر اکبر آبادی کے حالات ہوں اور نیز کتب خانوں کے نام بھی لکھیں۔ (ظ۔ ع۔ س)

خواجہ حیدر علی آتش

ڈاکٹر عندلیب شادانی صاحب کا مضمون مطبوعہ اخبار "ہماری زبان" مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۶۱ء نظر نواز ہوا جس کو ڈاکٹر صاحب نے مسیح پیارہ "مولانا ناطق" کے جاننے کے طور پر حوالہ قلم کیا ہے۔ اس میں خواجہ آتش کے جن اشعار کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ان پر وارد کردہ اعتراض بظاہر حال بلاشک منطبق ہوتا ہے لیکن یہ دیکھ کر کہ دلی سے آتش تک کے تمام شعرائے کرام اس قسم کے مضامین لکھتے رہے ہیں۔ اعتراض کی کوئی گنجائش اہمیت نہیں رہتی۔ اس زمانے میں ایسے ہی اشعار تغزل کی جان سمجھے جایا کرتے تھے اور مضامین زیر بحث کا موزوں کرنا آج کی طرح خلاف تہذیب نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ باوجود ان سب کے آتش کو دنیائے شعر و سخن میں ایک مرتبہ ملا اور ارباب نظر و تنقید نے بحیثیت مجموعی ان کا ایک مقام کشادہ دلی کے ساتھ تسلیم کیا۔

خواجہ صاحب کے مبلغ علم کی کمی کی وجہ سے جو نقائص دکھائے گئے ہیں بعض حضرات ان سے بھی بے خبر نہ ہوں گے، لیکن وہ بمقابلہ خوبیوں کے کم تھے اس لئے نظر انداز کر دیئے گئے۔ تاہم میں ان سے متفق ہوں۔ ایک مسلم الثبوت استاد کے یہاں ان کا پایا جانا قابل افسوس ہے مگر بایں ہمہ شعر و ادب کی دنیا میں آتش ایک ناقابل فراموش شخصیت کے مالک اور اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہیں۔ بلکہ اس وقت کے لکھنؤ اسکول میں خصوصی مرتبہ انہی کو حاصل ہے جو آج اور آئندہ بھی اسی طرح مسلم رہے گا۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی بے محل نہ ہوگا کہ میں بحمد اللہ "آتش پرست" نہیں ہوں اور نہ کسی دبستان سے کوئی خصوصیت یا وابستگی رکھتا ہوں منصفانہ نظریات اور رواداری کا البتہ حامی ہوں جن کے پیش نظر سطور بالا سپرد قلم کی جا رہی ہیں اور بس۔ (معراج دھولپوری)

معروضات

میں اپنے مضمون "مصحفی کا جمالیاتی شعور" کی اشاعت کے سلسلے میں ادارے کا شکر گزار ہوں، اس ضمن میں چند امور قارئین پر واضح کر دیئے جائیں تو بہتر ہے۔ یہ مضمون انجمن ترقی اُردو شاخ امروہہ نے آج سے تقریباً سات آٹھ برس پہلے "یوم مصحفی" کی تقریب میں لکھے جانے والے مضامین کے ساتھ آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا، دوسرے مضامین تو اسی زمانے میں شائع ہو گئے تھے لیکن اس مضمون کے بارے میں یہ اطلاع ملی تھی کہ وہ کاغذات کے انبار میں کہیں گم ہو گیا ہے تلاش جاری ہے۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ شاخ امروہہ کے جوائنٹ سکریٹری نے اس کی جو نقل تیار کر کے آپ کو بھیجی تھی اس میں مضمون پر "دوہرا التفات" فرمایا گیا تھا یعنی مضمون کو صرف نقل ہی نہیں کیا تھا بلکہ ایک حد تک اصلاح و ترتیب کا فرض بھی انجام دے دیا تھا۔ یہاں میں اس حصے کی خاص طور پر نشان دہی کروں گا جہاں میری ایک افسانوی تحریر کے اقتباس کو ایک یونانی شاعر سے منسوب کر دیا گیا ہے، اور یونانی شاعر کے اقتباس کو نقل نہیں کیا گیا۔ اس کے علاوہ جو غلطیاں ہوئی ہیں وہ ایسی ہیں کہ قارئین نے خود ہی ان کی اصلاح کر لی ہوگی، بہر حال میں اپنی اس گم شدہ تحریر کے ڈھونڈ نکالنے پر ادارے کا بے حد ممنون ہوں۔ مجھے امید ہے کہ جناب میری ان معروضات کو قارئین تک پہنچا دیں گے۔

(جون ایلیا)

[illegible]

انجمن کا خبرنامہ

انجمن ترقی اُردو لکھنؤ کی اُردو تعلیمی مہم

انجمن ترقی اُردو لکھنؤ کا جلسہ زیر صدارت پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب، مسلم ہائر سکنڈری اسکول میں ہوا۔ سابقہ کارروائی کی تصدیق کے بعد اُردو مہم کے لئے ہر محلہ میں گھر گھر جا کر والدین کو مادری زبان اُردو میں تعلیم دلانے کے متعلق طے ہوا۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ اس کے لئے انجمن کی طرف سے لٹریچر شائع کیا جائے۔ تعلیمی جائزہ کے متعلق جنرل سکریٹری ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی نے رپورٹ پیش کی۔ انجمن کے ممبران کی عدم توجہی کا ذکر کرتے ہوئے جدید انتخاب کی تاریخ مقرر کرنے پر زور دیا جو متفقہ طور پر ۲۳ جولائی ۱۹۶۱ء طے ہو گئی۔ جلسے نے حسب ذیل دو تجاویز پیش کیں:۔

۱۔ یہ جلسہ اس امر پر احتجاج کرتا ہے کہ گورنمنٹ اتر پردیش کی حالیہ بنائی ہوئی اُردو کمیٹی میں کئی ایسے صاحبان کو شامل کیا گیا ہے جو اردو کو ایک مستقل زبان تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کو ہندی کا محض ایک اسلوب سمجھتے ہیں۔ یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ اس کمیٹی کو ہدایت کی جائے کہ وہ اس امر میں محدود نہ رہے کہ اردو کے متعلق گورنمنٹ کے احکامات پر کہاں تک عمل ہو رہا ہے بلکہ اس امر کا جائزہ لے کہ اتر پردیش میں اُردو کی ترقی کے راستے میں کیا کیا رکاوٹیں ہیں اور یہ بتائے کہ ان کو کس طرح دور کیا جا سکتا ہے؟

۲۔ دوسری تجویز کے ذریعہ پبلک اسکولوں میں داخلے کے فارموں میں مادری زبان کا خانہ اضافہ کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ تجویز یہ ہے۔

پبلک اسکولوں میں داخلے کے فارم میں ایک خانے کا اضافہ بہت ضروری ہے جس میں طالب علم کی مادری زبان درج کی جائے کیونکہ گورنمنٹ کی مسلمہ پالیسی یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم کا ذریعہ تعلیم بچوں کی مادری زبان میں ہونا چاہیے اس لئے یہ خانہ نہایت ضروری ہے۔ (سکریٹری)

ٹیگور کا جشن صد سالہ انجمن ترقی اُردو کلکتہ کے زیر اہتمام

شاعر اعظم ٹیگور کا جشن صد سالہ ۱۳ جون ۱۹۶۱ء کو شام کے وقت انجمن کے دفتر 'اردو ہال' میں منایا گیا۔ بنگلہ کے مشہور ادیب قاضی عبدالودود صاحب نے صدارت فرمائی۔ جشن کا افتتاح سوا سات بجے ٹیگور کی نظم سے ہوا۔ یہ نظم شری اچین رائے نے ترنم سے سُنائی۔

اس کے بعد بنگلہ کے مشہور شاعر اور ناول نگار غلام قدوس صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ٹیگور آفاقیت کا قائل تھا۔ اس کے گیت نسلی، مذہبی اور ملکی حد بندیاں توڑ کر دنیا کے ہر گوشے تک پہنچ گئے اس کی شاعری ماضی و حال کے اشتراک سے ایک حسین و تابناک مستقبل کی تعمیر کا پیغام دیتی ہے۔ اس کی شاعری میں روح عصر، انسانیت دوستی، دنیا اور دنیا کے بسنے والوں سے بے پناہ محبت ایسی خصوصیتیں ہیں جو اسے اور اس کے کلام کو امر بنا دیتی ہیں۔ اس کے بعد علامہ جمیل مظہری کی نظم 'ٹیگور کی شاعری' اعزاز افضل صاحب نے ترنم سے سُنائی جو بہت پسند کی گئی۔ پھر ڈاکٹر ہیرالال چوپڑہ نے اپنی تقریر میں ٹیگور کی بعض اہم خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے فارسی و اُردو سے ٹیگور کا تعلق ظاہر کیا۔ آپکے بعد مہمان خصوصی شری ڈی ان داس گپتا نیوز اڈیٹر روزنامہ ہندستان اسٹنڈرڈ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ نے ٹیگور کی آفاقیت کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ ٹیگور صرف بنگال یا ہندستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی اسی طرح ہر دل عزیز ہے اور اس کی شاعری ہر دور اور ہر قوم میں یکساں طور پر مقبول اور محترم رہے گی۔ پھر ٹیگور کی مشہور نظم 'سوال' شری اچین رائے نے بنگلہ میں سنائی جس کا منظوم اردو ترجمہ جناب اعزاز افضل نے پیش کیا۔ ترجمہ میں اس بات کا خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے کہ حتی الامکان لفظ بہ لفظ ہو اور ساتھ ہی ساتھ نظم کی روانی بھی قائم رہے۔ اس کے بعد صدر جلسہ قاضی عبدالودود صاحب نے فرمایا کہ کس طرح ٹیگور نے ادبی، سیاسی، مذہبی اور سماجی تحریکوں سے اثر قبول کیا۔ اور یہ تحریکیں اسکی شاعری کے پروان چڑھنے میں کس حد تک معاون ہوئیں۔ قاضی صاحب کی اس معلوماتی تقریر کے بعد غلام قادر خاں صاحب اسسٹنٹ سکریٹری انجمن نے تمام حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہندستان اسٹنڈرڈ کی اس اُردو دوستی پر خوشنودی کا اظہار کیا کہ اس نے اردو کے لئے ہفتہ واری کالم وقف کر دیا ہے اور امید ظاہر کی کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ (حلقہ شبلی کنوینر ادبی کمیٹی)

چھتیس گڑھ اُردو کانفرنس۔ بلاسپور ایم۔ پی

اُردو کانفرنس کے دو روزہ اجلاس مورخہ ۱۰ اور ۱۱ جون کو زیر صدارت مولانا محمد عثمان اعظمی (جھاڑسگڑا) بہار۔ جناب عبدالکریم صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ نہایت کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوئے۔ ضلع کے ان تمام مقامات سے نمائندوں نے شرکت فرمائی جہاں نئے اسکولوں کا اجرا عمل میں ہے۔ چھتیس گڑھ کے دوسرے اضلاع سے بھی نمائندوں نے شرکت کی۔ ان اجلاس میں نئے اسکولوں کے منتظمین کو مفید مشورے دئے گئے۔ مولانا آزاد تعلیمی اسکیم کے نفاذ کی سفارش کی گئی۔ مدھیہ پردیش اور خصوصاً چھتیس گڑھ میں اردو کے مسائل کے متعلق اہم تجاویز منظور کی گئیں جن کی نقلیں مرکزی و ریاستی حکومتوں، محترمہ اندرا گاندھی، مسٹر لنگ (الہ آباد) محکمہ تعلیم کے ذمہ داروں کے علاوہ انجمن ترقی اردو

آثر زان اُردو اور دکتور ادب

اورنٹیل کالج بمبئی نے اُردو زبان و ادب کی تحقیق و تدقیق کے لئے ایک ریسرچ ڈیپارٹمنٹ قائم کیا ہے جو طلبہ کے تحقیقی کاموں کی ترتیب و تدوین میں مدد کرتا اور بعد اجرا خطابات آثر زان اُردو اور دکتور ادب ان کی تالیفات شایع کرانے کی کوشش کرتا ہے۔

تفصیلات کے لئے پتہ

پرنسپل، اورنٹیل کالج، بھنڈی بازار، بمبئی ۳

کے مرکزی و ریاستی دفاتر، اہم اداروں و شخصیتوں کو بھیجی جا رہی ہیں۔
اس موقع پر اردو نمائش بھی کی گئی۔ اس کا افتتاح بشیر احمد صاحب قریشی ایم۔ایل۔اے نے فرمایا۔ نمائش بہت کامیاب تھی۔ جس کے لئے عبدالمنان صاحب، عبدالستار صاحب اور جمیل احمد صاحب مستحق مبارکباد ہیں۔ (نامہ نگار)

شاخ کھڑگپور کی ایک غیر معمولی میٹنگ

انجمن ترقی اردو شاخ کھڑگپور کی ایک غیر معمولی میٹنگ ۵ا جون کو شری کیدار ناتھ کیدار کی صدارت میں ہوئی جس میں مندرجہ ذیل باتوں پر غور کیا گیا:۔

۱۔ صدر انجمن و اراکین مجلس عاملہ کی گزارش پر استعفےٰ دہندہ اراکین نے اپنا اپنا استعفےٰ واپس لے لیا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ جناب ایم۔حنیف روشن (نائب صدر) جناب ایس۔ایم۔صدیقی (جوائنٹ سکریٹری) جناب عبدالغنی کوثر (پروپیگنڈہ سکریٹری)

۲۔ انجمن مذکورہ کے جنرل سکریٹری کے۔ایم۔انصاری صاحب کا ملازمت کے سلسلے میں تبادلہ ہو جانے کی وجہ سے جنرل سکریٹری کا انتخاب عمل میں آیا اور اراکین انجمن کی متفقہ رائے سے ایس۔ایم۔صدیقی صاحب کو جنرل سکریٹری منتخب کیا گیا۔

۳۔ انجمن کے جوائنٹ سکریٹری و خازن نے انجمن کی آمد و خرچ (مارچ سنہ ۱۹۶۱ء تک) کا حساب مجلس عاملہ کے سامنے پیش کیا جو کثرت رائے سے منظور کیا گیا۔

۴۔ جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات کے لئے ایک انتظامیہ سب کمیٹی کی تشکیل کی گئی جو مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل ہے۔ عبدالرحمٰن شاکر۔ کیدار ناتھ کیدار۔ عبدالغنی کوثر۔ ایس ایم صدیقی۔ محمد شمیم۔ عبدالوہاب خاں۔

۵۔ انجمن نے اپنی ماہانہ نشست کے پروگرام کے تحت ۲۹ر جون سنہ ۱۹۶۱ء کو "یوم اقبال" منانے کا فیصلہ کیا ہے اس سلسلہ میں تمام مقامی ادباء و شعرائے کرام سے شرکت کی اپیل ہے۔ (عبدالغنی کوثر پرتاب گڑھی سکریٹری نشر و اشاعت)

اردو پڑھنے سے ہندی کی ترقی میں مدد ملے گی
پنڈت کنزرو کی تقریر

پونا۔ ۱۰ر جون۔ پنڈت ہردے ناتھ کنزرو رکن پارلیمنٹ نے کہا ہے کہ بچوں کو ان کی مادری زبان کے علاوہ اردو زبان، ہندی اور انگریزی یا کوئی یوروپی زبان پڑھانا چاہیے۔
ڈاکٹر کنزرو مہاراشٹر راشٹر بھاشا سبھا کے جلسہ تقسیم اسناد میں تقریر کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ ہندی کے حامیوں کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنی زبان غیر ہندی عوام پر مسلط کرنے کی کوشش کریں۔ انھوں نے ہندی اور اردو کے درمیان رقابت کے تصور کی مخالفت کی اور کہا کہ اس تصور کو جلد ختم ہو جانا چاہیے کیونکہ ہندی اور اردو میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ اردو اتر پردیش میں پیدا ہوئی اور اردو پڑھنے سے ہندی زبان کی ترقی میں مدد ملے گی۔
(سیاست حیدرآباد)

دہلی یونیورسٹی میں اردو ایم۔اے کے طلبہ کیلئے وظائف

ہمدرد وقف (دہلی) نے ان نادار اور مستحق طلبہ کے لئے دو وظیفے پچاس روپے ماہوار کے دینا منظور کئے ہیں جو دہلی یونیورسٹی کے ایم۔اے اردو میں داخلہ لیں گے۔ فارم اور قواعد و ضوابط رجسٹرار دہلی یونیورسٹی دہلی سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔
(سکریٹری شعبہ اردو۔ دہلی یونیورسٹی۔ دہلی)

ابوالکلام آزاد لائبریری چھپرہ

ابوالکلام آزاد لائبریری محلہ کریم چک چھپرہ کو قائم ہوئے تین ماہ ہوئے مگر اس کو باضابطگی میں لانے کے لئے مورخہ ۱۴ر جون ۱۹۶۱ء زیر صدارت نجم بلگرامی سکریٹری انجمن ترقی اردو چھپرہ لائبریری ہذا کے ہال میں ایک میٹنگ منعقد ہوئی۔
میٹنگ تلاوت قرآن سے شروع کی گئی۔ بعدہ لائبریری کی افادیت پر جناب صدر نے ایک مختصر اور جامع تقریر کی۔ بعد ازاں صدر موصوف کی تحریک پر ایک کمیٹی کی تشکیل کی گئی جو لائبریری کو حسن و خوبی چلانے کی سعی کرے۔
کمیٹی مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل ہے:۔
(۱) نگراں۔ محمد حسین فریدی، (۲) صدر۔ شمیم احمد بد نام،

(۳) نائب صدر ۔ وزیر احمد ، (۴) سکریٹری ۔ سید کاظم الرحمٰن قادری، (۵) نائب سکریٹری ۔ سر محمد فخر الدین ، (۶) سکریٹری نشر و اشاعت سید سعید احمد قادری ، (۷) خزانچی ۔ سید امام الدین ۔

اراکین :۔ حفیظ الرحمٰن ، محمد انور علی ، عبد القادر ، محمد عارف ، نثار احمد ، عبد المنان ، ظفر اللہ پالوی ، اور آفتاب حسین کو۔

(سید سعید احمد قادری)

بھوساول میں آل انڈیا مشاعرہ

بزم احباب بھوساول کی جانب سے دوسرا سالانہ مشاعرہ جو نیر ریلوے انسٹی ٹیوٹ میں زیر صدارت ہریش چندر دکھی جالنوی منعقد ہوا۔ جس میں مقامی و غیر مقامی کافی شعرائے حصہ لیا۔

مجمع بہت کافی تھا۔ مشاعرہ نہایت کامیابی سے چار بجے ختم ہوا۔

مشاعرہ میں شفا گوالیاری ، راز الہ آبادی ، اور ظفر گورکھپوری کا کلام بطور خاص پسند کیا گیا۔

(سکریٹری مشاعرہ احباب ادب بھوساول)

اُردو اسٹوڈنٹس فیڈریشن سہسرام کا پہلا مشاعرہ

سہسرام اُردو اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی طرف سے پہلا شاندار مشاعرہ بتاریخ ۱۰ر جون ۱۹۶۱ء بمقام مدرسہ کبیریہ خانقاہ منعقد ہوا۔ مشاعرے کی صدارت جناب راد عا پرشاد صاحب نے کی۔

جناب عبد السلام عارف صاحب پریسیڈنٹ اُردو اسٹوڈنٹس فیڈریشن نے خطبۂ استقبالیہ پڑھا اور جناب آفتاب احمد سکریٹری نے رپورٹ پیش کی۔

عارف صاحب نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں اردو زبان پر جو زیادتی ہو رہی ہے اس پر روشنی ڈالی اور یہ امید ظاہر کی کہ اگر ہماری کوششیں جاری رہیں تو صورت حال بدل کر رہے گی۔

مشاعرہ میں مقامی اور بیرونی شعراء کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

(مظہر حسین کنوینر مشاعرہ کمیٹی)

برہان پور کے نوجوان شعراء کا ٹیپ مشاعرہ

دار السرور برہان پور میں ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا، جس میں صرف مقامی نوجوان شعراء کو مدعو کیا گیا تھا اور جسے ٹیپ ریکارڈ کیا گیا۔ نوجوان شعراء کا یہ ٹیپ ریکارڈنگ مشاعرہ جس کے بانی برہان پور کے کہنہ مشق شاعر جناب برکات احمد خاں صاحب غالب ہاشمی تھے۔ موصوف کے برادر زادے میاں مسعود احمد خاں فرزند جناب مشرف احمد خاں صاحب کی شادی خانہ آبادی کے سلسلے میں بمقام پیلو کا کھمبہ کے میدان میں مورخہ ۱۲ر جون شب کے دس بجے منعقد کیا گیا۔ برہانپور کے جواں سال اور رجواں فکر شاعر جناب مرزا محمود بیگ صاحب ساز (بی۔ اے) نے مشاعرے کی صدارت کی۔ مشاعرہ شب کے اڑھائی بجے تک ہزاروں سامعین نے نہایت دلچسپی سے سنا۔ دوسرے دن بھی یہ مشاعرہ ریکارڈ کے ذریعہ نشر کیا گیا جسے ہزاروں اردو پرستاروں اور شعرائے کرام نے ذوق و شوق سے سنا۔ کوشش کی جارہی ہے کہ یہ ٹیپ ریکارڈ مشاعرہ آل انڈیا ریڈیو اندور بھوپال سے بھی نشر کیا جائے۔

(اقبال نصیب ۔ ادیب کامل (علیگ) جوائنٹ سکریٹری)

داودیہ میں آل انڈیا مشاعرہ

مشرقی خاندیش کے اہم تعلقے راودیر ہائی اسکول کے میدان میں ایک آل انڈیا مشاعرہ منعقد ہوا۔ صدارت کے لئے مشہور شاعر حضرت شفا گوالیاری کو بھوپال سے مدعو کیا گیا تھا۔ مقامی اور بیرونی شعراء کا کلام اہل راودیر نے نہایت دلچسپی سے سنا۔

آخر میں صدر موصوف نے مشاعرے کی کامیابی پر مبارک باد دی اور اتحاد و اتفاق سے سب کو اردو کی خدمت کی ترغیب دی۔ مجمع دو تین ہزار کا تھا۔

(سکریٹری مشاعرہ)

باڑی میں مشاعرہ

بزم ادب باڑی کے زیر اہتمام مورخہ ۱۷ر جون کی شب میں ایک محفل مشاعرہ ڈاکٹر ایم ایم خاں کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ یہ محفل بحسن و خوبی رات کے بارہ بجے تک چلتی رہی۔

آخر میں بزم ادب باڑی کے سکریٹری شوکت جلالی نے حاضرین مشاعرہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے زبان و ادب کے کاموں میں تعاون کرنے کی پُر زور اپیل کی۔

(داؤد کوثی سکریٹری نشر و اشاعت)

سید حمید الدین نظامی دہلوی

اُردو ٹائپ کا مسئلہ

ہماری زبان مورخہ ۸ مئی ۱۹۷۶ء میں ایک مضمون "ماہرین کو موقع دیجئے" کے عنوان سے نظر سے گذرا۔ یہ مسئلہ بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کے زمانے سے اُٹھ رہا ہے۔ انھوں نے بھی اردو ٹائپ کو رواج دینے کی بڑی کوشش کی۔ ایک دفعہ جب دہلی میں ملاقات ہوئی تو انھوں نے مجھ سے بھی کہا کہ اردو ٹائپ کے لئے آسان حروف تہجی بنایئے تاکہ کمپوزنگ میں آسانی ہو۔ عربی نما ٹائپ میں حروف کے جوڑ اور شوشوں کی تعداد بہت ہے جس کی وجہ سے اردو کمپوزنگ میں وقت زیادہ لگتا ہے۔ مولوی صاحب قبلہ کے فرمانے پر میں نے اردو حروف تہجی کے جوڑ اور شوشوں کو نئے انداز میں ترتیب دیا اور ان کو اس کے تحریری نمونے بھی روانہ کئے۔ اسی زمانے میں میرے ایک بزرگ اور دوست قاضی عبدالغفار صاحب بھی حیدرآباد میں ایک اخبار نکال رہے تھے اور ان کو بھی اردو ٹائپ میں بڑی دلچسپی تھی چنانچہ ان کو بھی میں نے حروف کے نمونے بھیجے انھوں نے حیدرآباد کی کمپنی کے ذریعہ اُردو کا ٹائپ بھی ڈھلوایا۔ اُس زمانے میں بہت سے لوگ کوشش کرتے رہے۔ لوگوں نے ٹائپ میں کتابیں بھی طبع کرائیں مگر افسوس اس کام میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ آج ۵۰ سال گزرنے پر بھی یا اردو ٹائپ کا مسئلہ حل نہ ہو سکا مگر بعض لوگ ہیں کہ وہ ٹائپ ٹائپ پکار رہے ہیں۔ غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ آخر باوجود کوشش اور ضرورت کے اس میں کامیابی کیوں نہیں ہوتی میرے خیال میں اس کے چند وجوہ ہیں جو میں عرض کرتا ہوں:۔

(۱) اردو ٹائپ خواہ اس کو کتنی بھی خوبصورتی کے ساتھ ڈھالا جائے اس میں نستعلیق جیسا حُسن پیدا نہیں ہو سکتا۔

(۲) پڑھنے اور دیکھنے والوں کو اردو ٹائپ کے ناموزوں دائرے اور جوڑ نہیں بھاتے۔

(۳) ٹائپ کمپوز کرانے کا خرچ لکھائی کی اُجرت کے مقابلہ میں پانچ گنا آتا ہے جس کو اردو کے پبلشر برداشت نہیں کر سکتے۔

(۴) فرض کیجئے معمولی اخبار کا ایک صفحہ جس کی لکھائی اُجرت زیادہ سے زیادہ ہم ایک روپیہ یا سوا روپیہ دیتے ہیں اور کاتب تین گھنٹے میں لکھ دیتا ہے اگر ٹائپ میں کمپوز کرائیں تو اس کا خرچ چار پانچ روپے سے کم نہ ہوگا۔

اب ذرا تجارتی پہلو پر نظر کیجئے۔ کتاب اور اخبار کی چھپائی کے لئے پریس کھولا جائے تو ہزاروں پونڈ ٹائپ کی ضرورت ہوگی جس کی قیمت اس زمانہ میں تین چار روپیہ فی پونڈ ہے۔ اس لئے ٹائپ کا پریس چلانے کے لئے کافی سرمایہ کی ضرورت ہے۔ لیتھو پریس کا اب ایلومینیم پلیٹوں پر کام ہوتا ہے یہ بہت سستی ہیں اگر پچاس ساٹھ پلیٹیں جن کی قیمت چار سو روپے سے زائد نہ ہوگی خرید کر لی جائیں تو ہزاروں صفحے کی کتابیں چھپ سکتی ہیں غرض یہ کہ اچھا لیتھو پریس اگر دس بارہ ہزار سے چالو ہو سکتا ہے تو اسی معیار کے ٹائپ پریس کے لئے کم از کم ایک لاکھ روپیہ درکار ہوگا۔

اس کے علاوہ اور بھی تجارتی مشکلات ہیں جس کی وجہ سے اُردو ٹائپ کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

اب میں آپ کو ایک نئی چیز اور بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس زمانے میں آفسیٹ مشینوں کے رواج نے اُردو کی چھپائی کا مسئلہ بڑی حد تک حل کر دیا ہے۔ آپ اُردو کی بہتر سے بہتر چھپائی آفسیٹ مشینوں سے کرا سکتے ہیں جس کی نفاست کا مقابلہ ٹائپ بھی نہیں کر سکتا۔ آفسیٹ چھپائی کا ایک آسان اور عمدہ طریقہ ہے۔ اب سے پندرہ بیس سال قبل ہندوستان میں ان کا رواج بہت کم تھا صرف بڑے شہروں میں دو ایک مشینیں تھیں جن سے صرف رنگین تصاویر، انگریزی پوسٹر اور رنگین لیبل چھاپے جاتے تھے۔ ہندوستان میں اُس وقت آفسیٹ مشین بہت قیمت میں آتی تھی اور اس کے چھاپنے والے بھی یہاں نہیں ملتے تھے مگر اب تو ہندوستان میں بہت سی جگہوں پر آفسیٹ مشینیں چل رہی ہیں۔ اس پر چھپائی کرنے کا طریقہ بھی پرانے طریقے سے بہت آسان ہے اب ہر زبان میں آپ اس سے چھپائی کر سکتے ہیں۔

آفسیٹ مشین پر چھپائی کرنے کے لئے آپ کو کاتب سے پیلے کاغذ اور کتابت کی خاص روشنائی سے کاپی لکھوانے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ بٹر پیپر پر (یہ ایک قسم کا باریک کاغذ ہے) جو عام طور سے بازار میں ملتا ہے سیاہ روشنائی سے لکھائی کرا لیجئے یا اگر کتاب چھپی ہوئی ہے تو اس کا فوٹو نگیٹیو تیار کرا لیجئے۔ پھر اس باریک کاغذ کی لکھی ہوئی تحریر یا فوٹو نگیٹیو کو زنک یا ایلومینیم پلیٹ پر رکھ کر دھوپ دکھا کر پلیٹ پر اکسپوز کر لیجئے بس یہ پلیٹ چھپائی کے لئے تیار ہے۔ اور خوبی یہ ہے کہ آپ کی لکھی ہوئی تحریر یا نگیٹیو خراب نہ ہوگا پھر جب چاہیں اسی سے آئندہ ایڈیشن کے لئے پلیٹیں تیار کر لیجئے۔

وہ کتابیں جو بار بار چھپوائی جاتی تھیں ان کی بار بار لکھائی اور صحت کا خرچ بچ جاتا ہے ایک اور آسانی یہ بھی ہے کہ الفاظ کی صحت آپ اس باریک کاغذ پر الفاظ کو کاٹ کر بڑی آسانی سے کر سکتے ہیں۔ اب تک پیلے کاغذ پر کاتب جو صحت کرتا تھا اس سے حروف خراب ہو جاتے تھے بھدے پڑ جاتے تھے۔ آفسیٹ مشین پر اسی طرح انگریزی ٹائپ سے باریک کاغذ سے چھاپ کر یا فوٹو لے کر ہر زبان کے حروف چھاپ سکتے ہیں۔

غرض آفسیٹ اور فوٹو لیتھو گرافی کی موجودہ ایجاد نے اُردو کو ٹائپ سے بالکل بے نیاز کر دیا ہے اور اب تو وہ زمانہ آ گیا ہے کہ ہر زبان کی چھپی ہوئی کتاب آفسیٹ پر چھپنے لگی ہے۔ اس طریقے سے کتاب کی لاگت بھی کم آتی ہے اور اس کا گیٹ اپ بھی ٹائپ کی چھپائی سے کہیں دیدہ زیب ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں بجائے ٹائپ کے ہمیں آفسیٹ کی چھپائی کی طرف توجہ کرنا چاہئے اس میں کفایت بھی ہے اور آسانی بھی۔ ٹائپ والے خود ہی ٹائپ کی مشکلات اور گرانی سے پریشان ہیں اور وہ دن دور نہیں کہ ہندی اور انگریزی، بنگالی وغیرہ کے اخبارات بھی آفسیٹ پر چھپنا شروع ہو جائیں گے۔

تبصرہ

خلیل الرحمٰن اعظمی

شہرت کی خاطر

مصنف: نظیر صدیقی
ناشر: پاک کتاب گھر۔ ڈھاکا
قیمت: تین روپے پچاس پیسے

اُردو زبان میں اس وقت جس طرح کی نثر لکھی جارہی ہے اسکے بارے میں عام طور پر دو رویے ہیں۔ بعض "مصلحین ادب" کا خیال ہے کہ ہمارے یہاں جو صاحب طرز نثر نگار اور انشا پرداز پیدا ہوئے انھوں نے نثر میں شاعری کی ہے، نثر کے مطالبات کا لحاظ کم رکھا ہے لے دے کے سرسید کے بعض مقالات اور بعد میں حالی، عبدالحق اور ڈاکٹر عابد حسین کی نثر ایسی ہے جسے معیاری نثر کہا جاسکتا ہے۔ اس معیاری نثر کے لئے بنیادی اسلوب (بنیادی نثر نہیں) کی اصطلاح وضع کی گئی ہے۔ ان کے خیال میں اسی بنیادی اسلوب پر اُردو نثر کے مستقبل کا دار و مدار ہے اور اپنی زبان و ادب سے وفاداری کے لئے یہ شرط ٹھہری کہ بقیہ سارے اسالیب کو مردود و مطعون قرار دیا جائے۔ گویا میر امن اور غالب سے لے کر محمد حسین آزاد، شبلی، نذیر احمد، میر ناصر علی دہلوی، سجاد حیدر یلدرم، مہدی افادی، سجاد انصاری، نیاز فتح پوری، قاضی عبدالغفار، ابوالکلام آزاد، رشید احمد صدیقی، فرحت اللہ بیگ، خواجہ حسن نظامی، آغا حیدر حسن، محمد علی ردولوی، عبدالماجد دریابادی اور پھر فراق، مجنوں، آل احمد سرور، صلاح الدین احمد اور محمد حسن عسکری تک اُردو نثر کی ساری کمائی اپنے اسلوب اور طرز انشا کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ اس سے "پرہیز" کیا جائے۔ اس کے برعکس دوسرا رویہ یہ ہے کہ بعض لوگ اس اندیشے میں مبتلا ہیں کہ ہمارے یہاں جن لوگوں کو ادیب کہا جاتا ہے ان کی نثر بھی دن بدن اُردو کی پہلی کتاب والی نثر ہوتی جارہی ہے یعنی سادگی سے عشق کرتے کرتے ہم نے سپاٹ اور کاروباری نثر لکھنی شروع کردی اس لئے کیفیت یہ ہے کہ آج وہ کتابیں بھی جن کا موضوع ادبی ہے مشکل سے ادبیات کے دائرے میں لائی جاسکتی ہیں، انھیں پڑھ کر ہماری معلومات میں خواہ کتنا ہی اضافہ ہوجائے وہ جمالیاتی مسرت نہیں حاصل ہوتی جسکی توقع ہم ادبی یا تخلیقی تحریروں سے کرتے ہیں ان کے طرز بیان پر عموماً "استاد مرغی خانہ" "علاج الغربا" یا "رہنمائے تجارت" والی نثر کا دھوکا ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے میں دوسرے طبقے کا ہم خیال ہوں اس لئے تنقید، تاریخ، سوانح نگاری یا نثر کی بعض دوسری اصناف میں جہاں کہیں ادبی اور تخلیقی نثر لکھنے اور اپنا انفرادی اسلوب پیدا کرنے کی کوئی کوشش ملتی ہے تو مجھے بے انتہا مسرت ہوتی ہے۔ تقسیم ہند کے بعد جو نسل ادیب ہو کر سامنے آئی ہے ان میں سے بیشتر لکھنے والے ایسے ہیں جن کے متعلق مجھے اندازہ ہے کہ وہ بڑی محنت اور عرق ریزی سے اپنے مضامین یا مقالات لکھتے ہیں اور انھیں اگر ہمت کرکے آدمی شروع سے آخر تک پڑھ جائے تو ان کے خیالات اور ان کے نقطۂ نظر سے بھی عام طور پر اپنے آپ کو متفق پائیگا لیکن مصیبت یہ ہے کہ ان کی تحریروں سے طبیعت اسی طرح بھاگتی ہے جس طرح طاعت و زہد سے [illegible]

یا انتظار حسین کی افسانوی تحریریں اور تنقید میں خورشید الاسلام، وحید قریشی، وزیر آغا اور مظفر علی سید کے مضامین ایسے ہوتے ہیں جنکی ایک ایک سطر پڑھے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ادھر کچھ دنوں سے ایک اور صنف کی طرف ہمارے ادیبوں نے خاص طور پر توجہ کی ہے اور وہ ہے Personal Essay جسے اُردو میں "انشائیہ" کا نام دیا گیا ہے۔ جہاں تک انشائی خصوصیات کا تعلق ہے وہ ہمارے پرانے تمام ادیبوں کے یہاں ملتی ہے جنھیں ہم صاحب طرز کہتے ہیں خواہ وہ سوانح نگار اور مورخ ہوں یا ناقد و افسانہ طراز یا مکتوب نگار و مضمون نویس لیکن انشائیہ کو ہم اگر اسلوب بیان کی خصوصیات سمیت ایک صنف مان لیں تو اس ذیل میں سرسید اور شرر سے لے کر سجاد حیدر، خواجہ حسن نظامی، فرحت اللہ بیگ، رشید احمد صدیقی، پطرس اور کنہیا لال کپور تک بہت سے نثر نگاروں کے نام آتے ہیں۔ بالکل نئے لکھنے والوں میں وزیر آغا، محمد حسین اور مشتاق احمد وغیرہ نے اس صنف پر خصوصی توجہ کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس طرح تخلیقی نثر کے چلن کو تقویت ملی ہے۔ نظیر صدیقی اس برادری میں ایک اہم اضافہ ہیں، جن کے انشائیوں کا مجموعہ "شہرت کی خاطر" ابھی حال ہی میں شائع ہوا ہے۔

نظیر صدیقی نے اپنے مضامین کا تعارف کراتے ہوئے صنف انشائیہ کی وضاحت کی ہے اور اس سے متعلق بعض بڑی پتے کی باتیں کہی ہیں:۔

"یہ وہ صنف ادب ہے جس میں بے معنی باتوں میں معنی تلاش کئے جاتے ہیں اور با معنی باتوں کی مہملیت اور مجہولیت معلوم کی جاتی ہے۔"

"یہ وہ صنف ادب ہے جس میں طنز نگاری اور تنقید ایک دوسرے سے بغل گیر نظر آتی ہیں اور بصیرت و ظرافت ایک دوسرے کی آنکھیں معلوم ہوتی ہیں۔"

"یہ وہ صنف ادب ہے جس میں عنوان کا مضمون سے مربوط ہونا اتنا ضروری نہیں جتنا مضمون کا مضمون نگار سے متعلق ہونا ضروری ہے۔"

"یہ وہ صنف ادب ہے جس میں اسلوب کا دلنشیں ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا خیالات کا دلچسپ ہونا۔"

"جن چیزوں کی بنا پر انشائیہ نگار کو ادبی امتیاز حاصل ہوتا ہے وہ زندگی اور انسانی فطرت پر وہ تنقید ہے جو دونوں کے گہرے مشاہدے اور مطالعے پر مبنی ہوتی ہے۔"

"انشائیوں میں خود نمائی اور خود ستائی سے کام لینا انشائیہ نگار کا پیدائشی حق ہے۔"

"انشائیوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے اپنے آپ کو انشائیہ نگار کے حوالے کردینا پہلی شرط ہے۔"

اپنے انشائیوں کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

میرے ایک دوست مجھ سے یہ سوال کر بیٹھے کہ جب میرے انشائیوں میں طنز کا عنصر نمایاں ہے تو انھیں انشائیہ کیوں کہا جائے طنز نگار کیوں نہ کہا جائے۔ میں نے جواب دیا کہ آپ بجا فرماتے ہیں لیکن مجھے انشائیہ نگار اور طنز نگار دونوں کہلانے میں کیا قباحت ہے۔ چونکہ میں انشائیہ کی صنف کو استعمال کرتا ہوں اس لحاظ سے میں انشائیہ نگار ہوں اور اگر میرے انشائیوں کا نمایاں عنصر طنز ہے تو اس صفت کی بنا پر میں طنز نگار بھی کہلا سکتا ہوں۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے ادب کی نمایاں صفت کے اعتبار سے مزاح نگار ہو لیکن اپنے ادب کی صنف کے اعتبار سے ناول نگار یا افسانہ نگار ہو۔

نظیر صدیقی نے اپنے مضامین کے لئے اپنے اردگرد کی دنیا سے مواد لیا ہے اور اپنے ماحول اور معاشرے اور اس فضا میں زندگی بسر کرنے والوں کی الجھنوں کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ سماج اور فرد کی کش مکش اور دونوں کی ناہمواریاں ان کے لئے غم و غصہ اور طنز و تضحیک کا محرک رہی ہیں لیکن ان مسائل پر مسلسل سوچتے رہنے سے مصنف نے ان سے عبرت و بصیرت ہی نہیں ان سے مسرت و اہتزاز حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اس سلسلے میں "پدرم مقبر بود" اور "شہرت کی خاطر" وہ ایسے انشائیے ہیں جن میں لکھنے والے کا سلیقۂ تحریر اور فنی درک اپنے نقطۂ عروج پر ہے اور یہ مضامین اس قابل ہیں کہ اردو انشائیوں کے ہر انتخاب میں انھیں شامل کیا جائے۔ دوسرے مضامین میں "آزادی اور شرافت" "دوست اور دوستی"۔ "یہ انسان"۔ "امتحان گاہ" اور "بور" بھی مصنف کے گہرے مشاہدے اور غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔

نظیر صدیقی ان لکھنے والوں میں ہیں جو اپنے مضامین میں کم سے کم الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن کہیں سلیقۂ اظہار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ وہ اپنے مضمون کی نوک پلک درست کرنے میں خاصی توجہ سے کام لیتے ہیں۔ ان کے مضامین کا تانا بانا تو انگریزی زبان کے انشائیوں کا سا ہوتا ہے۔ لیکن پیرایۂ اظہار میں وہ رشید احمد صدیقی سے خاصے متاثر رہے ہیں، کہیں کہیں طرز فکر میں بھی وہ رشید صاحب کے شاگرد معنوی معلوم ہوتے ہیں:-

"مجھے ٹھیک نہیں معلوم کہ انسان حضرت آدم کے خاندان سے ہے یا بندر کی نسل سے لیکن کچھ ایسا محسوس کرتا ہوں کہ اگر انسان بندر کی نسل سے نہیں ہے تو شاید یہ بات خود انسان کے لئے اتنی باعث فخر نہیں جتنا بندر کے لئے۔" (یہ انسان)

"بیٹھے بٹھائے قدرت نے بڑے بڑے ہنگامے پیدا کئے، اور انسان نے عجیب و غریب کارنامے دکھائے۔ البتہ جو لوگ نہ کارنامے انجام دے سکے اور نہ ہنگامے پیدا کر سکے انھوں نے اولاد پیدا کرنے پر اکتفا کرلی۔" (بیٹھے بٹھائے)

"اس وقت مجھے ان کا ایک لطیفہ یاد آگیا۔ ایک مرتبہ وہ ایک ایسے دوست کے یہاں گئے جو اپنے نوکروں سے لے کر دوستوں تک کو "ارے خانہ خراب" کے الفاظ سے خطاب کرتے تھے۔ باتوں باتوں میں انھوں نے مرحوم کو بھی خانہ خراب کہہ دیا۔ اس پر مرحوم نے کہا دیکھئے حضرت! یہ الفاظ اگر آپ میرے گھر پر استعمال کرتے تو مجھے اعتراض نہ ہوتا لیکن یہاں ان کا استعمال اس لئے غلط ہے کہ خانہ آپ کا ہے اور خرابی میری ہو رہی ہے۔"

(نظیر صدیقی مرحوم)

لیکن نظیر صدیقی نے رشید صاحب کے اس پیرایۂ اظہار کو اپنا "کورٹ" نہیں بنایا۔ ان کی اپنی شخصیت اور زندگی کے بعض مشاہدات و تجربات کے متعلق ان کا اپنا انداز نظر ہے۔ انھوں نے طنز و مزاح کے سستی طنزیہ و مزاحیہ فقروں کی تراش یا دوسرے مصنفین کے نثر پاروں کا چربہ اڑانا نہیں سمجھا بلکہ بعض حقایق پر ان کا رد عمل ذاتی ہے اسی لئے ان کی صداقت اور ان کا تیکھا پن ہمیں اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ مثلاً

"انسان کی ایک آفاقی خصوصیت یہ رہی ہے کہ ہر انسان جوانی میں عیاشی کرتا ہے اور بڑھاپے میں عبادت۔ جو لوگ اپنی جوانی کو عبادت میں ضائع کر دیتے ہیں وہ اپنے بڑھاپے کو عیاشی سے خالی نہیں جانے دیتے۔ عیاشی اور عبادت انسان کے دو ایسے جسمانی اور روحانی امراض ہیں جن کا علاج ابھی تک سائنس بھی دریافت نہیں کر سکی ہے۔"

(یہ انسان)

"خدا کا شکر ہے کہ مرحوم افسانہ نگاری یا ناول نگاری کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ ان کی ادبی دلچسپی کا مرکز تنقید نگاری تھا۔ ادب کی اس صنف نے ان کی مریضانہ ذہنیت کا بھرم کھلنے نہ دیا کیونکہ تنقید میں مریض بھی محتسب بن جاتا ہے اور بن سکتا ہے۔ لیکن افسانہ نگاری اور ناول نگاری میں محتسب بھی مریض معلوم ہوتا ہے۔"

(نظیر صدیقی مرحوم)

"دنیا میں جس طرح امیروں اور غریبوں کے طبقے ہیں" اس طرح بور قسم کے لوگوں کا کوئی طبقہ نہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ لوگوں کے ہر طبقے اور ہر طبقے کے لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ جس طرح ہر بچے کے اندر ایک آدمی پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح ہر آدمی کے اندر ایک بور چھپا ہوتا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام لوگ ایک دوسرے کے پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو بور کہا کرتے ہیں یعنی ہر آدمی اپنے سوا دنیا کے ہر آدمی کو بور سمجھتا ہے۔ یہ اور بات کہ کوئی آدمی ادنیٰ درجے کا بور ہوتا ہے اور کوئی اعلیٰ درجے کا۔ کوئی گمنام بور ہوتا ہے اور کوئی بدنام۔" (بور)

اس مجموعے کے بعض مضامین مثلاً "نظیر صدیقی مرحوم"۔ "جہاں میں رہتا ہوں"، "شادی"۔ "حمیدیہ اسکول آف اردو پوئٹری"۔ "استہارہ انکشاف" اور "بیسویں صدی (یا لیسویں صدی کے نقطۂ نظر سے)" پڑھنے کے بعد ممکن ہے ان کے ظاہری ڈھانچے اور عنوانات کی بنا پر بعض قارئین کو پطرس، رشید احمد صدیقی، کرشن چندر (ہوائی قلعے والے) اور کنہیا لال کپور کے چند مضامین کا پرتو پڑتا ہوا محسوس ہو۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ ان مضامین کی بنیاد بھی مصنف کے ذاتی مشاہدات اور ذاتی رد عمل پر ہے۔ نظیر صدیقی نے مواد، اسلوب اور طرز فکر ہر اعتبار سے اپنا راستہ نکالنے کی کوشش کی ہے اور عام طور پر وہ کامیاب رہے ہیں۔ امید ہے کہ انشائیہ نگاری کی حیثیت سے یہ مجموعہ ان کے فنی کارناموں کا خوش آئند نقطۂ آغاز ثابت ہوگا۔

پبلشر نذیر حسن پرنٹر ضمیرالدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپواکر مرکزی انجمن سے شایع کیا